تعارف و تبصرہ کتب

کتاب : مناقب الحضرات

مصنف : شیخ محمد امین بدخشی

مترجم : صاحبزادہ معین نظامی

ناشر : خانقاہ فتحیہ، گلہار، کوٹلی-آزاد کشمیر

سالِ اشاعت : ۲۰۰۲ء

صفحات : ۵۱۴

قیمت : درج نہیں

تبصرہ نگار : سفیر اختر☆

برصغیر پاکستان و ہند و بنگلہ دیش کی سیاسی اور تہذیبی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ سترہویں صدی میں حضرت مجدد الف ثانی (۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کی تحریکِ تجدید نے اس خطے کے معاشرے اور سیاست کو اسلامی رخ دینے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ اس تحریک کی کامیابی میں حضرت مجدد کی ذاتی شخصیت، ان کے علم و تقویٰ اور دعوتی طریقِ کار کے ساتھ ساتھ اُن کے باصلاحیت اعوان و انصار کی مساعی شامل تھیں جنھوں نے حضرت مجدد کی رحلت کے بعد تحریک کو قیادت فراہم کی تھی۔ کسی بھی تحریک میں دیکھنے کی ایک چیز یہ ہے کہ اس نے کن صلاحیتوں کے مالک افراد کو جذب کیا ہے؟ اور وہ عام آدمی کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کی کتنی صلاحیت رکھتے ہیں؟ حضرت مجدد کی تحریک، ماضی کی اُن دو چار کامیاب تحریکوں میں سے ایک ہے جس کے وابستگان نے تحریک کی آئیڈیالوجی اور وقت کے مسائل پر مستقل بالذات تصنیفات، قائدین کے تذکروں، یادداشتوں، مکتوبات اور ملفوظات کی شکل میں قابل لحاظ سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ حضرت مجدد کے متعدد خلفاء میں ایک اہم نام شیخ آدم بنوری (م۱۶۶۳ء) کا ہے، گو مجددی تذکرہ نگار حضرت مجدد کے صاحبزادوں-- شیخ محمد سعید اور شیخ محمد معصوم-- کے بعد عموماً میر محمد نعمان بدخشی اور اُن کے داماد خواجہ محمد ہاشم کشمی کو درجہ دیتے

☆ چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ہیں۔ یہ حضرات اپنے ذوقِ تحریر و تالیف، نیز حضرت مجدد کے مکتوب الیہ کی حیثیت سے ''مکتوبات امام ربانی'' میں نمایاں ہیں (آخر الذکر خواجہ محمد ہاشم کشمی تو مکتوبات کے تیسرے ''دفتر'' کے مرتب ہیں)، مگر جس شخص نے عامۃ المسلمین میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی، وہ شیخ آدم بنوری تھے۔

شیخ آدم بنوری کا مختصر تذکرہ حضرت مجدد کے خلیفۂ مجاز کی حیثیت سے اُن کے خواجہ تاشوں، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ''زبدۃ المقامات'' (تالیف:۱۰۳۷ھ/۸-۱۶۲۷ء) اور خواجہ بدر الدین سرہندی نے ''حضرات القدس'' (تالیف ۱۰۴۳ھ/۴-۱۶۳۲ء) میں کیا ہے، مگر ان کے حالات کا اہم تر مأخذ شیخ محمد امین بدخشی کی کاوش ''مناقب الحضرات'' (فارسی) ہے جس کا اُردو ترجمہ پیش نظر ہے۔

شیخ آدم بنوری کے بزرگوں کا تعلق روہ یا کابل (افغانستان) سے تھا جو ترکِ وطن کر کے سرہند سے بیس میل کے فاصلے پر واقع ایک بستی بنوڑ میں آگئے تھے۔ حضرت بنوری وہیں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے، اور شاہی لشکر میں بطور خوش نویس ملازمت کر لی۔ دورانِ ملازمت میں ایک مرحلے پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تعلیم و تزکیہ میں مصروف ہوگئے، ابتداء حضرت مجدد کے مرید و مسترشد حاجی خضر خان افغان سے استفادہ کیا، قرآن مجید حفظ کیا اور تعلیم و تزکیہ کے مرحلوں سے گزرے، بعدازاں حاجی خضر خان افغان نے انہیں اپنے مرشد حضرت مجدد کے حوالے کر دیا جو ان دنوں اجمیر میں مقیم تھے۔ حضرت مجدد نے انہیں خلافت سے نوازا اور بنوڑ روانہ کیا۔

شیخ آدم بنوری کی خانقاہ میں مریدوں کی آمد و رفت سے بڑی رونق رہتی تھی۔ افغانستان سے آبائی تعلق، نیز پشتو زبان کے سبب ان کے ارادت مندوں میں پشتونوں کی اکثریت تھی، اور جب سفر کرتے تو ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ رہتی تھی۔ ''حضرات القدس'' کے بیان کے مطابق اُن کے خلفاء کی تعداد ایک سو اور مریدوں کی تعداد ایک لاکھ تھی (''مناقب الحضرات'' میں بدر الدین سرہندی ہی پر انحصار کرتے ہوئے مریدوں کی تعداد دو لاکھ لکھی گئی ہے، زیر نظر ترجمہ، ص ۱۷۳)۔ ۱۶۴۲ء میں شیخ آدم بنوری پورے اہتمام سے لاہور آئے تو اُن کے خدام کی تعداد دیکھتے ہوئے شاہجہاں (م۱۶۶۶ء) نے اپنے حاشیہ نشینوں کے اس خدشے کے پیش نظر، کہ کہیں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آ جائے، انہیں کہلا بھیجا کہ حج کے لیے تشریف لے جائیں۔ شیخ نے حکم کی تعمیل کی، اور ارضِ حجاز میں تقریباً بیس اکیس ماہ مقیم رہ کر ۲۵ دسمبر ۱۶۴۳ء کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

شیخ آدم بنوری کے خلفاء نے اُن کے فیضان کی خوب نشر و اشاعت کی۔ شیخ سعدی لاہوری، حاجی عبداللہ کوہاٹی اور شیخ نور محمد پشاوری فرزند عبدالکریم بن اخوند درویزہ ان کے معروف خلفاء تھے۔

شیخ بنوری کی قلمی یادگاروں میں ''خلاصۃ المعارف'' اور ''نکات الاسرار'' شامل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''مناقب الحضرات'' شیخ محمد امین بدخشی کی تالیف ''نتائج الحرمین'' کا تیسرا حصہ ہے۔ شیخ محمد امین بدخشی اپنے دور کے علمی معیار کے مطابق ایک اچھے عالمِ دین تھے۔ ان کی فارسی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ انہوں نے تصوف و اخلاق کی کتب کا باقاعدہ درس خواجہ محمد سعید سرہندی، خواجہ محمد معصوم سرہندی اور شیخ آدم بنوری سے لیا تھا۔ انہیں خواجہ محمد معصوم نے باقاعدہ خلافت و اجازتِ بیعت دی تھی، اپنے پیر و مرشد کی خواہش پر وہ شیخ آدم بنوری کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوئے، جنہوں نے مدینہ منورہ میں روضہ رسولؐ کے سامنے اُن کی دستار بندی کرتے ہوئے انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا۔ اس طرح شیخ محمد امین بدخشی نے حضرت مجدد کے دو خلفاء سے استفادہ و اجازت حاصل کی تھی۔

شیخ محمد امین بدخشی نے حجاز کے طویل زمانۂ قیام (پچاس برس سے زائد) میں اصلاح و تربیت، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل جاری رکھا۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں، شیخ آدم بنوری کی تصانیف کی تصحیح کی اور ان کے عربی تراجم کی کوشش کی۔ شیخ محمد امین بدخشی کی اہم ترین تالیف ''نتائج الحرمین'' (فارسی) ہے جو تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ بالفاظ مترجم:

> کتاب [''نتائج الحرمین'' کے تیسرے حصے ''مناقب الحضرات''] کا مرکزی موضوع حضرت سیّد آدم بنوری کی ذاتِ والاصفات ہے۔ آپؒ کے ظاہری و باطنی احوال کا جامع ترین منبع یہی کتاب ہے۔ مصنف نے اپنے پیر و مرشد کے حالات، مکاشفات، مشاہدات، مکتوبات، ملفوظات اور آپ کے خلفاء اور مریدین کے زیادہ سے زیادہ احوال قلم بند کیے ہیں۔ ابتداء میں حضرت بنوری کے شیخِ طریقت حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی اور اُن کے صاحبزادگان کے احوال بھی ہیں، نیز حضرت بنوری کے دو پیر بھائیوں حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری اور حاجی خضر روغانی [حاجی خضر خان افغان] کا تذکرہ بھی ہے، اس لیے کہ حضرت بنوری نے ان دونوں بزرگانِ دین سے بھی اکتسابِ فیض کیا تھا۔
>
> حضرت سیّد آدم بنوری کے ابتدائی حالات اور اُن کے روحانی سفر کی تفصیلات زیادہ تر خود حضرت بنوری ہی کی کتابوں سے انتخاب کی گئی ہیں۔ مولانا بدر الدین سرہندی [مؤلف ''حضرات القدس''] کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے بہت

سے ایسے احوال بھی لکھے ہیں جو دیگر کتابوں میں نہیں ملتے۔ ایسی روایات حضرت بنوری یا آپ کے مستند قریبی ساتھیوں سے سُنی گئی ہیں۔ یہ احوال بہت اہمیت کے حامل ہیں اور ان سے حضرت سیّد آدم بنوری کی شخصیت کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں، نیز آپ کی باطنی سرگزشت کی بہت سی نئی کڑیاں سامنے آتی ہیں (صفحات ۳۳-۳۴)۔

''مناقب الحضرات''، بلاشبہ شیخ آدم بنوری کے احوال اور متصوفانہ زندگی پر بنیادی مأخذ ہے، اور اس سے جہاں کچھ نئی باتیں سامنے آتی ہیں، وہیں دوسرے اہل قلم کے بیان کردہ بعض واقعات کی تردید بھی ہوتی ہے۔ شیخ آدم بنوری کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ شاہی لشکر میں ملازمت کے دوران میں امی محض تھے، مگر ''مناقب الحضرات'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ ناشناس نہ تھے، لشکر میں وہ خوشنویس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے تھے، البتہ عربی کی تعلیم انہوں نے بعد میں حاصل کی تھی (صفحات ۱۷۶-۱۷۹)۔

''مناقبِ الحضرات'' سے مجددی بزرگوں کا اندازِ نظر اور متصوفانہ افکار تو معلوم ہوتے ہی ہیں، اس کے ساتھ معاصر تاریخ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ بعض بیانات معاصر مورخین کے بیان کردہ واقعات سے مطابقت نہیں رکھتے، غالباً اسی پس منظر میں شیخ محمد اکرام مرحوم نے لکھا ہے کہ ''مناقب الحضرات میں [شیخ آدم بنوری] کے حالات شیخ محمد امین بدخشی نے بڑے غلو سے، بلکہ تاریخی صحت کو نظرانداز کر کے لکھے ہیں'' (رودِ کوثر، لاہور: ۱۹۷۰ء، ص ۳۴۱)۔

''مناقب الحضرات'' کا تقریباً نصف حصہ شیخ آدم بنوری کی اولاد اور ان کے ۲۶ خلفاء کے حالات، مکاشفات اور کرامات پر مشتمل ہے جنہیں ارضِ حجاز جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ کرامات اور مکاشفات سے قطع نظر خلفاء کی سوچ مندرجہ ذیل اقتباسات سے واضح ہے:

☆ شیخ نور محمد پشاوری کا ایک تأثر نقل کیا گیا ہے: ''آج کل کے زمانے میں پیری مریدی کا کاروبار ریاکاری، تکلف، تجسس، میل جول، دلداری اور تصرف کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ مال و دولت، فضول خرچی، کرامت نمائی اور لوگوں پر زیادہ توجہ دیے بغیر یہ کام نہیں چلتا۔ علم، عمل، زہد، تقویٰ اور شریعت کی پابندی کو تو بزرگی سمجھا ہی نہیں جاتا---'' (ص ۲۵۱)۔ یہی تأثر شیخ محمد جمال پشاوری کا ہے (ص ۲۷۷)۔

☆ شیخ عبداللہ کوہاٹی کے بارے میں لکھا گیا ہے: ''آپ نے اپنے علاقے میں بدعتوں اور خلافِ

سنت رسموں کا خاتمہ کیا اور بدعتی صوفیوں کو کوہستان کے علاقے سے جلاوطن کر دیا۔ اس وجہ سے آپ کے دشمن اور حاسد بہت سے ہیں'' (ص۲۸۱)۔

☆ شیخ یار محمد جلال آبادی، شیخ آدم بنوری کے بڑے عالم و فاضل خلیفہ تھے، شیخ نے ان سے کہا تھا: ''آپ بے مثال لوگوں میں سے ہیں۔ میں آپ سے عبادت و ریاضت کا قطعاً تقاضا نہیں کرتا۔ صرف دو چیزوں کی تاکید کرتا ہوں۔ ایک خلوص اور دوسری ترکِ دنیا'' (ص ۲۸۷)۔

☆ شیخ سلطان پوربی کہا کرتے تھے: ''رسولِ خدا ﷺ ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے **اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکینا و اخشرلی فی زمرۃ المساکین** (اے اللہ! مجھے مسکینی میں زندہ رکھ، اس حال میں موت دے اور آخرت میں مسکینوں میں سے اٹھا)۔ آنحضرتؐ نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے غوث، قطب یا غنی بنا کر زندہ رکھ'' (ص۳۰۲)۔

☆ شیخ عبدالخالق قصوری فرماتے تھے: ''ماضی کو چھوڑ دیجیے کہ گزر گیا ہے اور مستقبل کا فکر نہ کیجیے کہ وہ اللہ کے ہاں موجود ہے۔ باقی رہ گیا حال، اس میں اللہ کو یاد کیجیے'' (ص۳۳۱)۔

☆ شیخ فرید بخاری نے نقل کیا ہے: ''ایک دن ایک عبادت گزار جوگی ملا، ساتھیوں نے کہا کہ یہ جوگی صاحبِ کشف ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ کشف کس کام کا؟ اصل چیز تو اسلام اور دین داری ہے اور یہ اس سے محروم ہے'' (ص۳۳۹)۔

جناب مترجم نے ''مناقب الحضرات'' کے آٹھ خطی نسخوں کا ذکر کیا ہے (دیباچہ، ص ۵۰)۔ ان میں سے چار اُن کی دسترس میں ہیں، مگر بدقسمتی سے ان میں کوئی نسخہ بھی مکمل نہیں۔ اُنہوں نے چاروں نسخوں کے تقابلی مطالعے سے پہلے ''تقریباً مکمل متن'' ترتیب دیا، اور پھر اسے اُردو میں منتقل کیا۔ جناب مترجم اس کام کے لیے اہلِ علم، اور بالخصوص مجددی نقشبندی حلقوں کے شکریے کے مستحق ہیں، تاہم اگر ''مناقب الحضرات'' کا اصل فارسی متن بھی اشاعت پذیر ہو جائے تو جہاں احتیاط پسند ''اہلِ تحقیق'' خوش ہوں گے، وہیں برصغیر سے باہر فارسی شناس دُنیا بھی اس سے استفادہ کر سکے گی۔

جناب مترجم نے زیرِ نظر ترجمے پر مفصل دیباچہ (صفحات ۱۹-۵۴) کا اضافہ کیا ہے جس میں انہوں نے شیخ محمد امین بدخشی کے سوانحی حالات، اُن کی تالیفات، اور بالخصوص ''مناقب الحضرات'' کے زمانۂ تالیف، اس کے محتویات اور مجددی لٹریچر میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ شیخ محمد امین بدخشی

کے سوانحی حالات کا بنیادی مأخذ تو خود "مناقب الحضرات" ہی ہے، اسی سے جناب مترجم نے اُن کی تالیفات کی فہرست (صفحات ۲۸-۲۹) مرتب کی ہے، تاہم خود بدخشی کا کہنا ہے: "اس فقیر کی بہت سی تصانیف ہیں، مثلاً نتائج الحرمین و مناقب الحضرات و مناقب احمدیہ و معصومیہ و آدمیہ (عربی اور فارسی)---" (ص ۴۴۴)۔ جناب مترجم نے "نتائج الحرمین و مناقب الحضرات و مناقب احمدیہ ومعصومیہ و آدمیہ" کو ایک ہی کتاب سمجھا ہے، کیوں کہ "مناقب الحضرات" کے لیے مصنف نے مختلف جگہ "مناقب احمدیہ معصومیہ"، "مناقب آدمیہ" اور "مقاماتِ احمدیہ و مناقب آدمیہ" کے نام استعمال کیے ہیں (ص ۳۳)۔

محمد امین بدخشی کی کسی کتاب کا اردو ترجمہ "مقاماتِ احمدیہ و ملفوظاتِ معصومیہ" (مطبوعہ، لاہور: س-ن) کے نام سے ہو چکا ہے جو جناب مترجم کی نظر سے نہیں گزر سکا۔ واللہ اعلم یہ کسی مستقل بالذات کتاب کا ترجمہ ہے، یا "نتائج الحرمین" کے کسی حصے کا؟ "نتائج الحرمین" کے خطی نسخوں سے اس کے تقابل سے ہی صورتِ حال واضح ہو سکتی ہے۔ اگر جنابِ مترجم اپنی دلچسپی کے تحت یہ الجھن بھی سلجھا دیں تو اچھا ہوگا۔

فاضل مترجم نے اپنے اندازِ ترجمہ کے بارے میں لکھا ہے:

> پہلی کوشش یہی رہی ہے کہ مصنف کی منشا اور ان کے پسندیدہ اسلوب کے مطابق ترجمے کی عبارت بھی سادہ، آسان اور عام فہم رہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ تحقیق و دیانت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق کیا جائے۔ ترجمے میں آیات و احادیث کے عربی متن کے ساتھ ساتھ سورہ نمبر اور آیت نمبر کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ کئی مقامات پر مصنف فارسی میں لکھتے لکھتے بے ساختہ کئی کئی جملے اور صفحے عربی میں لکھ گئے ہیں۔ عربی متن دیے بغیر ایسی تمام عبارات کا ترجمہ تحریر کر دیا گیا ہے۔ فارسی اشعار کا برمحل استعمال مصنف کے اعلیٰ ادبی ذوق کا مظہر ہے۔--- ترجمے میں فارسی اشعار کا متن بھی شامل کیا گیا ہے۔ فارسی اشعار کا بامحاورہ اور آسان ترجمہ لکھا گیا ہے۔ بعض مقامات پر کچھ ایسے مطالب حذف کر دیے گئے ہیں جن کا ایک سے زائد بار تکرار ہو چکا تھا۔ اس سے عبارت کا تسلسل اور مطلب و مفہوم قطعاً متاثر نہیں ہونے دیا گیا (صفحات ۵۱-۵۲)۔

راقم الحروف کو زیرِ نظر ترجمے کے بارے میں جناب عارف نوشاہی کی رائے سے پورا پورا اتفاق

ہے کہ مناقب الحضرات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ احساس نہیں ہوتا کہ قاری اُردو ہی میں لکھی گئی کوئی کتاب پڑھ رہا ہے، یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ شدہ کتاب اس کے پیش نظر ہے (ص۱۵)۔ ترجمے کا اسلوب بلاشبہ علمی، متین اور سلیس و رواں ہے۔

جناب عارف نوشاہی نے اپنی مختصر تحریر میں زیرِنظر ترجمے کے حسن و خوبی پر لکھا ہے، مگر اس کے ساتھ انہوں نے جامع انداز میں نقشبندی بزرگوں کی اتباع شریعت اور کتاب و قلم سے اُن کی دوستی کو نمایاں کیا ہے۔

دورانِ مطالعہ میں حسب ذیل تسامحات سامنے آئے ہیں، اگر آئندہ اشاعت میں ان کی تصحیح ہوسکے تو مناسب رہے گا۔

☆ جناب عارف نوشاہی نے مصنف کتاب شیخ محمد امین بدخشی کے بارے میں لکھا ہے: ''سرہند پہنچ کر [وہ] صاحبزادگانِ حضرت مجدد الف ثانی، بالخصوص خواجہ محمد معصوم سرہندی (م۱۰۷۹ھ) کے دامنِ فیض بار سے وابستہ ہوئے اور انہی کی معیت میں ہندوستان سے حرمین شریفین ہجرت کی---'' (ص۱۳)۔

یہ لکھنا سہوقلم ہے کہ شیخ محمد امین بدخشی نے خواجہ محمد معصوم سرہندی کے ہمراہ سفرِ حجاز اختیار کیا تھا۔ انہوں نے شیخ آدم بنوری کے ہمراہ خواجہ محمد معصوم کی رضامندی سے ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۲ء میں یہ سفر کیا تھا، اس کے کم و بیش پندرہ برس بعد ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں خواجہ محمد معصوم سرہندی بغرضِ حج ارضِ حرمین تشریف لے گئے تھے۔

☆ ''مقدمہ'' میں ایک حدیث ''جوامع المحدثین'' نام کے کسی مجموعے سے نقل کی گئی ہے (ص۶۳)، کیا یہ نام درست ہے؟ صفحہ ۹۸ پر جلال الدین سیوطی کی کتاب ''جمع الجوامع'' کو ''جمیع الجوامع'' لکھا گیا ہے۔ اشاریے میں یہی نام آئے ہیں (ص۵۱۱)۔

☆ مشرقی عرب کے خطے ''الحسا'' یا ''حسا'' کو بہ تکرار ''لحسا'' لکھا گیا ہے (ص ۲۷۱، ص۲۷۴-۲۷۵)، اسی طرح سعودی عرب کے قصبے ''رابغ'' کو ''رابع'' لکھا گیا ہے (ص۲۸۹)۔

☆ کتاب میں بحیثیت مجموعی کتابت کی اغلاط نہ ہونے کے برابر ہیں، تاہم بامعانِ نظر دیکھنے والے اسے غلطیوں سے پاک کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیباچے میں حضرت مجدد الف

ثانی کی تاریخ وفات درج ہونے سے رہ گئی ہے (ص۱۹)، سیّد آدم بنوری کا دیا گیا سالِ وفات ہجری تقویم کے مطابق ہے، مگر ''ھ'' کے بجائے ''ء'' درج ہو گیا ہے۔ ''مسانید'' کو ''مسانیہ'' کتابت کیا گیا ہے (ص۲۹) وغیرہ۔

''مناقب الحضرات'' کے ترجمے کی اشاعت اس مختصر ذخیرے میں از حد قابل قدر اضافہ ہے جو گزشتہ دو تین برسوں میں نقشبندی سلسلے کے حوالے سے اُردو میں سامنے آیا ہے۔ اس کی اشاعت میں ''خانقاہ فتحیہ'' نے جو تعاون کیا ہے، وہ بھی قابل قدر ہے۔ کاش! دوسرے خانقاہی بزرگ بھی قلم و قرطاس کی اس روایت کو آگے بڑھانے میں اس خانقاہ کی پیروی کریں۔